

گزشتہ سے میوستہ

برصغیر پاک و ہند میں علم حدیث

اور

علمائے اہل حدیث کی مساعی!

اشاعتِ حدیث میں تلامذہ سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی مساعی؛  
حضرت میاں نذیر حسین صاحب مرحوم و مغفور کے جن تلامذہ نے اشاعتِ  
حدیث میں گرانقدر علمی خدمات انجام دی ہیں، ان کا مختصر تذکرہ پیش خدمت ہے:  
مولانا سید امیر حسن (م ۱۲۹۱ھ)

۱۲۴۳ھ میں پیدا ہوئے۔ شاہ عبدالجلیل شہید علی گڑھی، مولانا قاضی بشیر الدین  
قزوی (م ۱۲۷۳ھ) مفتی صدر الدین دہلوی (م ۱۳۸۵ھ)، مولانا شیخ محمد الحق بناری  
(م ۱۲۸۶ھ) مولانا شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی اور حضرت شیخ الکل مولانا سید  
محمد نذیر حسین دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) سے تمام علوم عقلیہ و نقلیہ حدیث و تفسیر  
پڑھے۔

تکمیل کے بعد سہسوان کی علمی بساط بھو الٹ چکی تھی، پراز سر نو محفل علم قائم کی۔  
حضرت میاں صاحب کی مشہور علمی کتاب ”معیار الحق“ کی تردید مولانا ارشاد حسین  
رام پوری (م ۱۲۷۷ھ) نے ”انتصار الحق“ کے نام سے لکھی۔ آپ نے ”انتصار الحق“ کا جواب  
”براہین اثنا عشر“ کے نام سے دیا۔ اس کا ایک نسخہ مشہور حنفی عالم مولانا ابوالحسنات  
محمد عبدالحی فرنگی محلی (م ۱۳۰۲ھ) کی خدمت میں ارسال کیا۔ مولانا عبدالحی نے ”براہین

اثنا عشر، کا نسخہ وصول کر کے مولانا سہسوانی کی خدمت میں لکھا:

” از محمد عبدالحی؛ مولوی صاحب مکرم معظم، مجمع البحرین، المعقول والمنقول  
نبیع نہرین جامع الفروع والاصول مولوی سید امیر حسن صاحب السلام علیکم  
درجۃ الشہ و برکاتہ، عنایت نامہ لکھت، شمامہ مورخہ ۲۰ ماہ رواں پورہ  
وفوز ممتاز ساختہ ” براہین اثنا عشر، رسید اغلاط سامی کتیب و مؤلفین  
در انحصار لاتعدہ ہستند، شاید بنظر اختصار بر چند کفایت شدہ۔“ لہ  
اشاعت حدیث کے سلسلہ میں آپ نے گرانقدر علمی خدمات سر انجام  
دیں۔ ۱۲۹۱ھ میں سہسوان میں آپ کا انتقال ہوا۔ لہ

مولانا سید امیر احمد بن سید امیر حسن (م ۱۳۰۶ھ)

۱۲۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا سید امیر حسن  
سے حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت شیخ الکلی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تکمیل تعلیم  
کی۔ مولانا سید امیر احمد حضرت میاں صاحب کو دادا کہتے تھے اور حضرت میاں صاحب  
کا برتاؤ بھی ان کے ساتھ بزرگانہ تھا۔ تکمیل تعلیم کے بعد کئی مقامات پر اقامت گزین  
ہے۔

درس و تدریس میں آپ اپنی مثال آپ تھے۔ شمس بازغہ و افق المبین جیسی کتابیں  
بغیر مطالعہ کے پڑھاتے۔ اشاعت حدیث کے سلسلہ میں آپ نے گرانقدر  
علمی خدمات سر انجام دیں!

مولانا عبدالحی (م ۱۳۴۱ھ) لکھتے ہیں:

” اشاعت حدیث کے سلسلہ میں علمائے حدیث میں مولانا سید  
امیر حسن سہسوانی (م ۱۲۹۱ھ) اور ان کے صاحبزادہ مولانا سید امیر احمد  
(م ۱۳۰۶ھ) قابل ذکر ہیں۔“ لہ

۱۵ الحیاة بعد المماتہ ص ۲۹۵، ۲۹۶

۱۶ تراجم علمائے حدیث، ہند ص ۲۴۹

۱۷ اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں ص ۲۰۳

۱۳۰۶ھ میں وفات پائی سنہ

مولانا محمد بشیر سہسوانی: (م ۱۳۲۶ھ)

۱۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حکیم بدرالدین اپنے زمانہ کے ممتاز عالم اور طبیب تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا سید امیر حسن سہسوانی (م ۱۳۹۱ھ) سے حاصل کی۔ ادب و جملہ معقولات کی تعلیم مولانا ہدایت اللہ رام پوری سے حاصل کی، علامہ فرنگی محل کے سامنے بھی زانوئے تلمذتہ کیا۔ فقہ و حدیث کی تعلیم حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) سے حاصل کی۔ اور سند و اجازہ علامہ شیخ حسین یامانی (م ۱۳۲۷ھ) شیخ احمد مشرقی اور مولانا محمد سہارن پوری سے حاصل کی۔

تکمیل تعلیم کے بعد سینٹ کالج آگرہ میں عربی فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ دورانِ قیام آگرہ سے بے شمار علمائے کرام نے استفادہ کیا۔ مولانا امیر احمد بن مولانا امیر حسن سہسوانی (م ۱۳۰۶ھ) آپ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ سینٹ کالج آگرہ سے حضرت نواب صدیق حسن خاں رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) نے آپ کو بھوپال طلب فرمایا۔ اور افسر مدارس مقرر کیا۔

اشاعت حدیث میں آپ کی مساعی:

صاحب تراجم علمائے حدیث ہند لکھتے ہیں:

”بھوپال کے زمانہ میں حدیث و تفسیر کے درس جاری رہے اور مسائل مستفتی بہا پر مجتہدانہ انداز سے فتاویٰ لکھے جاتے ہیں۔ اعزۃ و افاضہ پر الطافِ کرمیانا کی بارش ہوتی ہے۔ الغرض اس طرح آگرہ سے علم کی جہک بھوپال تک پہنچی تھی۔ اسی طرح بھوپال سے یہ مشامِ جاں

تمام اکثرت ہند میں پھیل گئی۔“

۵ خود بخود بولتے یا پھیل گئی

کوئی منت محض صبا نہ ہوا۔ ۱۵

۱۵ تراجم علمائے حدیث ہند ص ۲۴۶ ۱۵ تراجم علمائے حدیث ہند ص ۲۵۱

آپ کی مشہور تصانیف، الحق الصریح فی اثبات حیاة امیح، القول المحقق المحکم فی زیارة الجلب الاکرم، القول الم محمود فی رد سبوح السود، اور فرضیة فاتحہ خلف الامام ہیں۔ فرضیة فاتحہ خلف الامام؛

یہ آپ کی خدمت حدیث میں بہترین تصنیف ہے جو آپ نے دہلی کی مسجد حوض والی میں مسلسل ایک ماہ تک، بعد نماز مغرب تقریری کی۔ سامعین میں مشہور علمائے احناف بھی ہوتے تھے۔ اور آپ نے بدلائل ثابت کیا کہ بغیر فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی۔

یہ تقریر آپ کے ممتاز تلمیذ مولانا شیخ الحدیث احمد اشرف دہلوی (م ۱۳۲۸ھ) نے البرہان العجائب فی فرضیة ام الكتاب کے نام سے چھپوا کر شائع کی ہے۔ مولانا محمد بشیر سہسوانی جماعت اہل حدیث کے ان ممتاز علمائے کرام میں سے تھے جن پر جماعت کو ناز تھا۔ علم و تقویٰ، زہد و ورع میں اپنی مثال آپ تھے۔ سہسوان میں آپ جیسا صاحب علم و فضل آج تک پیدا نہیں ہوا۔

۲۹۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۶ھ کو دہلی میں آپ کی وفات ہوئی اور اپنے استاد شیخ الكل حضرت میاں صاحب دہلوی کے جوار میں دفن ہوئے۔ علمائے سہسوان کی تدریسی خدمات؛ تدریسی خدمات کی ابتداء ۱۲۵۱ھ میں ہوئی۔

دور اول؛ میں مولانا سید امیر حسن سہسوانی (م ۱۳۹۱ھ) مدرس تھے۔ اس دور میں آپ کے صاحبزادہ مولانا سید امیر احمد (م ۱۳۵۶ھ)، مولانا سید محمد نذیر سہسوانی (م ۱۳۹۹ھ) مولانا سید محمد عبد البہاری سہسوانی (م ۱۳۰۳ھ) فیضیاب ہوئے۔ دور ثانی؛ میں مولانا سید امیر احمد سہسوانی (م ۱۳۰۶ھ) اور مولانا محمد بشیر سہسوانی (م ۱۳۲۶ھ) مدرس تھے۔ اس دور میں بہت سے علمائے کرام نے آپ سے استفادہ کیا۔ چند مشہور کلامہ یہ ہیں؛

۱۔ مولانا علی محمد سعیدی از خانوال اب اس کو دوبارہ شائع کر رہے ہیں (عراقی)  
۲۔ تراجم علمائے حدیث ہند ص ۲۵۵۔

مولانا احمد اللہ محدث پرتاپ گڑھی (م ۱۳۳۸ھ) مولانا محمد اسماعیل سہوانی (م ۱۳۳۶ھ) مولانا ابوالبشار امیر احمد بن عزیز احمد سہوانی (م ۱۳۳۹ھ) مولانا سید اقتدار احمد سہوانی اور مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی (م ۱۳۸۱ھ) (سہوان کی بجائے دہلی میں استفادہ کیا) لہ

## علمائے غزنوی

بصغیر میں علمائے غزنوی یعنی سید مولانا عبد اللہ الغزنوی اور آپ کے صاحبزادگان گرامی نے توحید و سنت کے سلسلہ میں جو کراؤ تقدیر علی خدمات سر انجام دی ہیں ان سے ہر بڑھا لکھا آدمی ضرور واقف ہو گا۔ یہاں اس کا مختصر تذکرہ پیش خدمت ہے:

سید مولانا عبد اللہ الغزنوی (م ۱۲۹۸ھ) آپ کا مقام ولادت موضع بہادر خیل ضلع غزنی ہے۔ ۱۲۳۰ میں پیدا ہوئے اصل نام محمد اعظم تھا مگر آپ نے اپنا نام عبد اللہ رکھ لیا۔ شجرہ نسب یہ ہے:

عبد اللہ بن محمد بن محمد بن محمد شریف۔

آپ فرماتے تھے:

”محمد کہ اعظم از کائنات افضل از مخلوقات است ہماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تسمیة بعبد اللہ خوب است؛“ لہ

یعنی ”محمد کا اسم گرامی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو زیبا ہے جو ساری کائنات سے زیادہ عظمت رکھنے والے اور تمام مخلوقات سے

افضل ہیں۔ میرا نام عبد اللہ ہی بہتر ہے۔“

تعلیم:

ابتداء میں آپ نے غزنی کے علمائے سے تحصیل کی۔ تفسیر حدیث سے

۱۲۶ ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۱۲۶

۱۲۷ مخطوطتیں صاحب (داؤد غزنوی ص ۲۱۹)

آپ کو والہانہ شغف تھا۔ لیکن غزنی میں کوئی ایسا عالم موجود نہیں تھا، جس سے آپ کا علمی ذوق تسکین پاتا۔ چنانچہ آپ نے اپنی علمی پیاس بجھانے کی خاطر قندھار کا سفر اختیار کیا تاکہ شیخ حبیب اللہ قندھاری، جو اپنے وقت کے صاحبِ علم اور ہردم تقویٰ میں بے مثل تھے، سے استفادہ کریں۔ چنانچہ آپ حضرت شیخ حبیب اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت سید صاحب کو تقویۃ الایمان کا مطالعہ کرنے کا حکم دیا۔ لہٰذا آپ کچھ عرصت قندھار میں رہے اس کے بعد واپس غزنی آ گئے۔ اس کے بعد جب بھی مشکل مسئلہ کے حل کی ضرورت پڑتی، تو حضرت شیخ کو لکھ بھیجتے۔ حضرت شیخ کا جواب ہمیشہ محققانہ ہوتا۔ کچھ مدت کے بعد آپ نے پھر قندھار کا سفر کیا تو حضرت شیخ کو تعجب ہوا، کہ یہ شخص چند مسائل پوچھنے کے لیے اتنی لمبی مسافت طے کرتا ہے۔ حضرت شیخ بھری محفل میں فرمایا کرتے تھے:

”مسائل دینیہ را چنانکہ این شخص می فهمد من خود نمی فهم“ لہٰذا

”دینی مسائل کو جس طرح یہ شخص سمجھتا ہے میں بھی نہیں سمجھتا“

توحید و سنت کی تبلیغ، شرک و بدعت کی تردید اور لوگوں کی مخالفت اور جلا وطنی؛ آپ نے توحید و سنت کی تبلیغ اور شرک و بدعت کی تردید شروع کی۔ اس سے علاقہ کے عالم اور لوگ مخالفت ہو گئے۔ علمائے سور اور لوگوں نے امیر کابل دوست محمد خاں سے آپ کی شکایتیں کیں۔ چنانچہ امیر کابل علمائے سور کے بہکانے میں آگیا اور اُس نے آپ کی جلا وطنی کا حکم صادر کر دیا۔

قندھار کے قاضی القضاة کو جب اس بات کا علم ہوا کہ امیر کابل نے حضرت عبداللہ صاحب کی جلا وطنی کا حکم صادر کر دیا ہے تو انہوں نے امیر کابل کی بجائے مفتی کابل ملا سعد الدین مقری کو ایک خط لکھا کہ آپ امیر کابل کو ان کا حکم واپس لینے کے لیے آمادہ کریں مگر علمائے سور اس راہ میں حاصل ہوئے۔

۱۵ تاریخ الہدیت ص ۲۳۵

۱۶ داؤد غزنوی ص ۲۲۱

۱۷ تاریخ الہدیت ص ۲۳۵

آسعد الدین مقرئ نے اپنے خط میں حضرت عبداللہ صاحب کے اوصاف حمیدہ کا یوں تذکرہ کیا:

”حقائق و معارف آگاہ موفقی من عند اللہ قائد الخلق الی صراط اللہ  
محی السنہ و قابع البدعت!“

اور آگے چل کر لکھتے ہیں،

”فَمَلَوْا بِالسُّنَّةِ مِنَ الْفُرْقِ إِلَى الْقَدَمِ“

”یہ انسان سر سے پاؤں تک سنت میں ڈوبا ہوا ہے“ لہ

غزنی سے رخصت ہو کر کوئٹہ، ہزارہ اور پنجاب سے ہوتے ہوئے دہلی آئے اور حضرت شیخ الکلی مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی کی خدمت میں پہنچے۔ یہ واقعہ ۱۲۵۳ھ کا ہے اور آپ نے حضرت میاں صاحب سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔

آپ نے حضرت میاں صاحب سے اپنے تلمذ کا اعتراف ان لفظوں میں کیا ہے:

”بخدمت خاتم الحدیثین شیخنا سید محمد نذیر حسین صاحب رسیدم و

کتاب صحیح بخاری شروع نمودم، در آن بولائے دہلی شروع شد

در حین بولائے شدید کہ ہر کس بہ نعم جاں خود بود من بخواند کتاب

مذکور تا حدیث کہ نصاری غالب آمدند و اہل بلدہ را متفرق نمودند در آن

ایام کتاب صحیح بخاری قریب اہتمام بود، مگر بسبب پراگندگی اہل

بلدہ در میان من و سید صاحب ہم جدائی افتاد و کتاب ناتمام

ماند“ لہ

تکمیل تعلیم کے بعد دوبارہ وطن واپس گئے۔ انہی دنوں امیر دوست محمد خاں

کا انتقال ہو گیا اور امیر شیر علی ملک کا امیر مقرر ہوا۔ مخالفین نے امیر شیر علی کو آپ کے

خلافت بھڑکایا، چنانچہ اس نے بھی آپ کی جلا وطنی کا حکم صادر کر دیا۔

لہ داد غزنی ص ۲۲۵

لہ سوانح عمری عبداللہ صاحب غزنی

لیکن کچھ عرصہ بعد امیر شیر علی کا تختہ الٹ دیا گیا اور اس کی جگہ محمد افضل خاں امارت کے عہدے پر فائز ہوا۔ علمائے سومت نے محمد افضل خاں کو بھی آپ کے خلاف بھڑکایا چنانچہ اُس نے آپ کی گرفتاری کا حکم صادر کر دیا اور آپ کو گرفتار کر کے سردار محمد عمر خاں پسر امیر دوست محمد خاں کے پاس لے جایا گیا۔ وہ آپ کا نورانی چہرہ دیکھتے ہی نرم پڑ گیا اور ادب سے کہنے لگا، ”آپ جیوں نہیں یہ راستہ چھوڑ دیتے اور جو وقت کے مولوی کہتے ہیں، آپ بھی ان کے ساتھ شریک ہو جائیں“ مگر آپ نے جواب میں فرمایا:

”قصہ محکم دارم و عزم مصمم کہ تا جان در بدن دارم و سر بر تن در خدمت کتاب و سنت نہایت سرگرمی کو شتم۔ اس چہ مصائب کہ بر من می آید؛ من از رب خود ہمیں می خواہم، کہ دریں راہ تکہ تکہ شوم و امعا در در ہائے من در بیاباں بر سر بو تہ و غار افتادہ زانہما بولہ ہاتے خود ز نند“ لے کہ ”میں قصہ محکم اور عزم مصمم رکھتا ہوں کہ جب تک میرے بدن میں جان باقی ہے اور میرے جسم پر سر سلامت ہے، کتاب و سنت کی خدمت نہایت کوششی سے کروں۔ یہ کیا مصیبتیں ہیں جو مجھ پر آئی ہیں۔ میں تو اپنے آقا سے یہی آرزو کرتا ہوں کہ اس راستے میں میرے پرزے اڑا دیے جائیں اور میری انتر دیاں جنگلوں میں خاردار جھاڑیوں میں پھینک دی جائیں اور کوئے ان پر چوچیں ماریں۔“

اس کے بعد سب نے متفق ہو کر آپ کے قتل کا فتویٰ لکھا۔ مگر ملا شکی نے قتل کے فتویٰ پر دستخط نہ کیے چنانچہ آپ کو قید کر دیا گیا۔

۶۔ اکتوبر ۱۸۶۷ء کو میر افضل خاں کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد امیر اعظم خاں تخت پر بیٹھا۔ اس نے آپ کو قید سے نکال کر جلا وطنی کا حکم صادر کر دیا اور آپ کو پشاور کی طرف نکال دیا گیا۔

مولانا عبد الجبار غزنوی (م ۱۳۳۱ھ) لکھتے ہیں:

”آپ کی جلا وطنی کے احکام صادر کیے ہوئے ابھی ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا



کہ اس کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور شکست کھا کر سراسیم کی حالت میں حیران و سرگردان پھرنے لگا۔ اس کے اہل و عیال، جو عمر بھر کبھی گھر سے باہر نہیں نکلے تھے، انھیں بھی جلا وطن کر دیا گیا۔ لہذا  
پشاور میں چند روز قیام کر کے بعض اجباب کی درخواست پر امرتسر پنجاب میں اقامت گزین ہوئے۔

### آپ کی علمی خدمات:

آپ کے پڑ پوتے مولانا سید ابو بکر غزنوی (م ۱۳۹۵ھ) لکھتے ہیں:  
”امرتسر میں قیام کے بعد کتاب و سنت کی تبلیغ و اشاعت میں  
ڈوب گئے۔ توحید، اتباع سنت اور عقائد صحیحہ پر بہت سی کتابیں  
اور رسالوں کا فارسی اور اردو میں ترجمہ کرواتے اور عام لوگوں کے فائدے  
کے لیے چھپوا کر منہ تقسیم کرتے رہے۔“ ۱۷

### وفات:

۱۶ ربیع الاول ۱۲۹۸ھ (۱۸۷۹ء) کو آپ کا انتقال ہوا۔ امرتسر میں دروازہ  
سلطان ونڈ کے باہر عبد الصمد کاشمیری کے تالاب کے کنارے دفن ہوئے۔  
اللهم اغفر لہ وارحمہ۔

آپ کے متعلق علمائے عصر کی آراء:

شیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) فرمایا  
کرتے تھے:

”میرے درس میں دو عبد اللہ آئے ہیں، ایک عبد اللہ غزنوی اور

دوسرے عبد اللہ غازی پوری!“ ۱۸

اور اس کے ساتھ یہ بھی فرماتے:

”عبد اللہ غزنوی نے مجھ سے حدیث پڑھی اور میں نے اس سے نماز

سیکھی!“

۱۷ داؤد غزنوی ص ۲۳۲ ۱۸ ایضاً ص ۲۳۲ ۱۹ تراجم علمائے حدیث ہند ص ۴۵۵

مولانا سید عبدالحی (م ۱۳۲۱ھ) لکھتے ہیں:

”حضرت عبدالستار بن محمد بن محمد بن محمد شریف الغزنوی شیخ تھے، امام تھے، عالم تھے، زاہد تھے، مجاہد تھے۔ رضائے الہی کے حصول میں کوشاں تھے۔ اللہ کی رضا کے لیے اپنی جان، اپنا گھر بار، اپنا وطن، سب کچھ ٹھانڈے والے تھے۔ علمائے سواد کے خلاف ان کے معرکے مشہور ہیں۔ علامہ شمس الحق ڈیوانوی غظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) آپ کی مدح و توصیف میں لکھتے ہیں:

”إِنَّهُ كَانَ فِي جَمِيعِ أَحْوَالِهِ مُسْتَعْرِفًا فِي ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّىٰ أَنْ لَحْدًا وَعِظًا مَمَّ وَأَعْصَابَهُ وَأَشْعَارَهُ وَجَمِيعَ بَدَنِهِ كَانَ مُتَوَجِّعًا إِلَى اللَّهِ تَعَالَىٰ فَإِنِّي فِي ذِكْرِهِ عَزَّ وَجَلَّ“  
کہ ”وہ ہر وقت اور ہر حالت میں خدائے بزرگ و برتر کے ذکر میں ڈوبے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کا گوشت، ان کی ہڈیاں، ان کے پٹھے اور ان کا ہر ہر بن مولد کی طرف متوجہ تھا۔ اللہ عزوجل کے ذکر میں فسا ہو گئے تھے“

محبی السنۃ والابواب حضرت نواب صدیق حسن خاں رحیمیں بھوپال (م ۱۳۰۷ھ)

لکھتے ہیں:

”چرخ اگر ہزار چرخ زندہ مشکل کہ چنیں ذات جامع کمالات بروئے ظہور آرد؛“  
”آسمان اگر ہزار بار بھی گردش کرے تو مشکل ہے کہ اب ایسی جامع کمالات ہستی معرض وجود میں آئے“

علامہ اقبالؒ اپنے ایک خط بنام محمد رفیع فوق لکھتے ہیں:

”مولوی عبدالستار غزنویؒ آج حدیث کا درس دے رہے تھے کہ ان کو

۱۔ زہرۃ الخواطر ج ۷ ص ۳۰۲

۲۔ مقدمہ فایۃ المقصود فی شرح سنن ابی داؤد بحوالہ زہرۃ الخواطر ج ۷ ص ۳۰۳

۳۔ تقصیر من تذکار جمود الاعراب ص ۱۹۲

اپنے بیٹے کے قتل کی خبر موصول ہوئی۔ ایک منٹ تا مل گیا، پھر

طلبہ کو مخاطب کر کے کہا:

”ما برضا تے اوراضی ہستیم، یا مد کہ کار خود بکنیم“ یہ کہہ کر پھیر

درس میں مصروف ہو گئے“

آپ کی اولاد:

آپ کے بارہ صاحبزادے تھے جو سب کے سب محدث تھے۔ اسماء گرامی

درج ذیل ہیں:

- ۱- حضرت مولانا محمد غزنوی (م ۱۲۹۳ھ)
- ۲- حضرت عبداللہ بن عبداللہ غزنوی (م ۱۲۶۹ھ)
- ۳- حضرت مولانا احمد غزنوی
- ۴- حضرت مولانا عبد الجبار غزنوی (م ۱۳۲۱ھ)
- ۵- حضرت مولانا عبد الواحد غزنوی (م ۱۳۴۹ھ)
- ۶- حضرت مولانا عبد الرحمن غزنوی
- ۷- حضرت مولانا عبد الستار غزنوی
- ۸- حضرت مولانا عبد القیوم غزنوی
- ۹- حضرت مولانا عبد العزیز غزنوی
- ۱۰- حضرت مولانا عبدالحی غزنوی
- ۱۱- حضرت مولانا عبد القدوس غزنوی
- ۱۲- حضرت مولانا عبد الرحیم غزنوی (م ۱۳۴۲ھ)

رحمہم اللہ تعالیٰ !

۱۳- اقبال کے ممدوح علماء ص ۱۳۲

۱۴- تاریخ الحدیث ص ۴۳۷

